علمائے ہند کی کلامی خدمات

از

(جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم اے - ایل ایل بی - بی ٹی ایچ رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی اتر پردیش)

(۲)

ہندوستان میں اسلامی ثقافت

عرب فاتحین کی آمد ہندوستان میں اسلامی ثقافت کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہوتا ہے جب کہ محمد بن قاسم نے ۹۳-۹۶ھ میں سندھ اور ملتان کو فتح کیا اور اس طرح شمالی مغربی ہندوستان قلمروئے خلافت میں شامل ہوا لیکن عرب حوصلہ آزماؤں کی ہندوستانی یورشیں تاریخ اسلام کے آغاز ہی سے شروع ہو چکی تھیں۔ غالباً ۱۵ھ کے کچھ ہی بعد عربوں کے بحری بیڑے نے گجرات کے بندرگاہ تھانہ پر حملہ کیا۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے

"ولّٰی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عثمان بن ابی العاص الثقفی البحرین و عمان سنۃ ۱۵ فوجہ اخاہ الحکم الی البحرین و مضی الی عمان فاقطع جیشاً الی تانہ (تھانہ) فلما رجع الجیش کتب الی عمر یُعلِمہ"[1]

سرزمین ہندوستان پر یہ عربوں کا سب سے پہلا حملہ تھا۔ کچھ دن بعد ایک فوجی مہم بھڑوچ روانہ کی گئی۔ دوسری مہم مغیرہ بن ابی العاص کی سرکردگی میں شہر دیول بھیجی گئی جو کامیاب ہو کر واپس آئی۔ بلاذری نے لکھا ہے

"و وجّہ الحکم ایضاً الی بروص (بھڑوچ) و وجّہ اخاہ المغیرۃ بن ابی العاص الی خور الدیبل (دیول) فلقی العدو و ظفر"[2]

یہ سندھ پر عربوں کا پہلا حملہ تھا۔ اُدھر ایران کی عظیم الشان سلطنت تعجب خیز سرعت کے ساتھ مسلمانوں کے قبضہ میں آ رہی تھی اور بہت ہی قلیل عرصے میں پورا ایران بشمول سجستان، کابل، کرمان و مکران مسلمانوں

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص۴۳۲

کے قبضہ میں آگیا۔ اس طرح قلمروئے خلافت کی سرحدیں ہندوستان کی شمالی مغربی حدود سے مل گئیں چنانچہ ۳۹ھ میں حارث بن مرہ العبدی نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی اجازت سے ارض قیقان پر حملہ کیا وہ کامیاب بھی ہوئے مگر مرکزِ خلافت کی جانب سے باقاعدہ امداد نہ ملنے کی وجہ سے اس علاقہ پر قبضہ قایم نہ رکھ سکے اور ۴۲ھ میں اپنے رفقا سمیت شہید ہوئے لیکن ۴۴ھ میں مشہور عرب جرنیل مہلب بن ابی صفرہ نے اس علاقہ پر دوبارہ حملہ کیا اور وہ لاہور اور بنوں تک پہنچ گئے۔ بلاذری نے لکھا ہے

"ثم غزا ذلك الثغر المهلب ابن ابي صفرة في ايام معاوية سنة ۴۴ فاتى بنّه (بنوں) واللاهور وهما بين الملتان وكابل فلقيه العدو فقاتله ومن معه"[1]

بنوں کی فتح عربی ادب میں آج بھی یادگار ہے۔ ایک ازدی شاعر کہتا ہے

الم تر ان الازد ليلة بيّتوا ببنّة كانوا خير جيش المهلب

سندھ پر عربوں کا باقاعدہ حملہ

اسی طرح فوجیں ہمیں اس علاقہ پر مسلسل تاخت و تاراج کرتی رہیں مگر یہ مستقل فتوحات نہ تھیں ان حملوں کی نوعیت محض ہنگامی یورشوں کی تھی سندھ میں عربوں کی باضابطہ حکومت ۹۵ھ سے شروع ہوئی۔ اگرچہ خلیفہ وقت اس دور دراز علاقہ کو فتح کر کے قلمروئے خلافت میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا مگر فرمانروائے سندھ کی ناعاقبت اندیشی نے اُسے مجبور کر دیا اور اپنی حکومت کی بقا کی خاطر اُسے مشرقی ممالک کے گورنر حجاج بن یوسف کو بادل ناخواستہ سندھ پر فوج کشی کی اجازت دینا پڑی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

۶۲ھ میں راجہ داہر سندھ کا راجہ ہوا۔ وہ بڑا مدبر اور بہادر تھا مگر دولت و قوت کے نشہ میں مغرور ہو کر وہ کچھ دن بعد بعض غیر اندیشی کی حرکتیں کر بیٹھا اور بلاوجہ عربوں سے لڑائی مول لے لی۔ علافی خاندان جو اسلامی حکومت کا باغی اور مجرم تھا راجہ داہر نے اسے اپنے یہاں پناہ دی۔ اس کے علاوہ وہ ان بحری قزاقوں کی ہمت افزائی کرتا تھا جنہوں نے بحر ہند کے تاجروں پر عافیت تنگ کر دی تھی۔ اس وقت عبدالملک بن مروان خلیفہ تھا اور اُس کی جانب سے مشرقی ممالک میں حجاج

[1] فتوح البلدان للبلاذری ص۴۳۹

بن یوسف الثقفی گورنر تھا۔ اس دوران میں ایک عرب تاجر کا لنکا میں انتقال ہوگیا وہاں کے راجہ نے متوفی کے ورثاء کو ایک جہاز میں سوار کر کے عرب بھیجا مگران بحری قزاقوں (میدوں) نے اس جہاز کو لوٹ لیا۔ اس جہاز میں قبیلہ بنی یربوع کی ایک عورت تھی جو بے اختیار پکار اٹھی: "واحجاجاہ" جب حجاج کو یربوعی خاتون کی فریاد کا پتہ چلا تو اُس نے بے ساختہ کہا "لبیک" اور راجہ داہر فرمانروائے سندھ سے قیدیوں کی واپسی کی درخواست کی۔ راجہ کے جواب سے مایوس ہو کر حجاج نے بحری راستہ کو محفوظ و مامون کرنے کے لئے خود میدوں کی تادیب کا مصمم ارادہ کر لیا مگر یہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک کہ سندھ کی جانب سے اُن کو پناہ ملنے کی توقعات تھیں۔ لہٰذا مجبور ہو کر اُسے سندھ پر فوج کشی کا تہیہ کرنا پڑا۔

۹۲ھ میں حجاج نے سندھ پر فوج کشی کی ابتدا کی۔ پہلی دو مہمیں ناکام ہوئیں آخر میں اُس نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن قاسم کی زیر سرکردگی ایک فوج بھیجی جو کامیاب ہوئی۔ ۹۳ھ میں راجہ داہر مارا گیا اور سندھ قلمروئے خلافت میں داخل ہوا۔ ۹۵ھ میں ملتان بھی فتح ہوا۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کا سلسلہ آگے بھی بڑھتا مگر پہلے حجاج اور پھر اُس کے سرپرست ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ ولید کے جانشین سلیمان بن عبدالملک کو حجاج اور اُس کے خاندان سے سخت عداوت تھی لہٰذا اُس نے محمد بن قاسم کو معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو والی سندھ مقرر کیا۔ یزید بن ابی کبشہ سندھ پہنچتے ہی مر گیا۔ اُس کے بعد جو لوگ سندھ کے گورنر بنائے گئے وہ زیادہ قابل نہ تھے۔ حالات بھی ناسازگار تھے لہٰذا فتوحات کا سلسلہ تین سو سال تک کے لئے بند ہو گیا مگر ہندوستان کا شمالی مغربی حصہ اسلامی ثقافت کے زیر اثر آ گیا۔

اسلامی ثقافت کی سرزمین ہند میں ابتدا: محمد بن قاسم نے محض ملک گیری اور استحکام حکومت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت پر بھی خصوصیت سے توجہ کی۔ مفتوحہ علاقوں میں مساجد تعمیر کی گئیں چنانچہ اُس نے حجاج کو اپنی کارکردگی کی جو رپورٹ بھیجی تھی اُس میں اُس کا خاص طور پر تذکرہ تھا:-

"ہر ضروری مقام پر مسجدیں بنا دی گئیں جہاں اذان اور خطبے وقت پر ہوتے ہیں"[1]

---

(1) چچ نامہ ص۲۵۵ بحوالہ تاریخ سندھ ص۴۵

اس کے علاوہ عرب فاتحین کی بلند کرداری، اخلاق حسنہ اور عدل و انصاف سے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ انھیں سندھی نومسلموں میں ایک بزرگ تھے جن کا نام چچ نامہ میں "مولانا اسلامی" بتایا گیا ہے۔ جب محمد بن قاسم نے اتمام حجت کے لئے راجہ داہر کے پاس سفارت بھیجی تو اس کی قیادت مولانا اسلامی ہی نے کی۔ سنہ ۱۰۰ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ہندوستان کے حکمرانوں کو تبلیغی خطوط بھیجے اور اسلام کی دعوت دی۔ اکثر نے اسلام قبول کرلیا۔ ان میں جلیشہ (جے سنگھ پسر راجہ داہر) بھی تھا۔

سنہ ۱۱۱ھ تک سندھ اور ملتان کا ایک ہی گورنر ہوا کرتا تھا مگر جنید بن عبد الرحمن المری والی سندھ کے خراسان تبدیل ہو جانے کے بعد خاص سندھ میں انتشار و ضعف کا دور دورہ شروع ہوا۔ غالباً اسی زمانہ میں ملتان کا علاقہ سندھ کی بالادستی سے آزاد ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے فتح ملتان کے بعد امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو حاکم ملتان بنایا تھا۔ جنید کے بعد شاید امیر داؤد اور اُس کی اولاد [بنو منبہ] کی حکومت ہی میں سنہ ۳۷۵ھ تک ملتان کا علاقہ رہا اس طرح شمالی مغربی ہندوستان میں اسلامی ثقافت کے دو مرکز ہو گئے۔ سندھ اور ملتان۔

اس دور کے اکابر اہلِ علم میں سے قاضی موسیٰ بن یعقوب الثقفی کا نام مشہور ہے۔ وہ فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ہم قبیلہ تھے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے اپنے اقران میں ممتاز تھے۔ فتح سندھ کے بعد محمد بن قاسم نے اُنھیں شہر اور کا قاضی و خطیب مقرر کیا جو سندھ کا پایہ تخت تھا۔ اس لئے وہی ملک سندھ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے[1]۔ اُن کے بعد یہ عہدہ مدت تک اُنھیں کے خاندان میں رہا۔ ہر قاضی کو عہدہ قضا کے علاوہ

"الصدر الامام الاجل بدر الملۃ والدین سیف السنۃ و نجم الشریعۃ"

کا خطاب بھی حاصل ہوتا تھا۔

عباسی خلافت اور سندھ میں شیعیت کی ابتدا

سنہ ۱۳۲ھ میں امویوں کے زوال پر عباسی برسر اقتدار آئے اور سندھ بھی عباسی خلافت میں داخل ہوا۔ عہد اموی کا آخری والی سندھ منصور بن جمہور کلبی تھا جو غاصبانہ

[1] چچ نامہ صفحہ ۶ بحوالہ تاریخ سندھ صفحہ ۳۵۶

طور پر سندھ کا حاکم بن بیٹھا تھا مگر ابو مسلم خراسانی نے ابو العباس سفاح کی جانب سے مفلس عبدی کو حاکم سندھ بنا کر بھیجا۔ مفلس ناکام ہوا اور ابو مسلم نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا جس نے جا کر سندھ کی حکومت سنبھال لی اور منصور بن جمہور کا استیصال کر دیا وہ سنہ ۱۳۴ھ سے سنہ ۱۴۱ھ تک سندھ کا گورنر رہا۔ اُس کے بعد منصور نے عمر بن حفص کو جو "ہزار مرد" کے نام سے مشہور تھا سندھ کا والی بنا کر بھیجا۔

عباسی علویوں کے نام سے برسر اقتدار آئے تھے جب وہ خلیفہ ہو گئے تو علویوں کو بھی مایوسی ہوئی اور عالم اسلام میں بھی غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ علویوں نے جا بجا اپنے حق کا مطالبہ کیا جس کی جمہور اہل اسلام نے ہر جگہ تائید کی۔ حجاز میں نفس زکیہ نے اور کوفہ میں اُن کے بھائی ابراہیم نے خروج کیا۔ سندھ میں بھی اُن کے دعاۃ پہنچے۔ عمر بن حفص کا میلان اہل بیت کی جانب تھا لہذا اس نے عبداللہ الاشتر کی جو ان دعاۃ کی قیادت کر رہے تھے بڑی آؤ بھگت کی اور اُن کی دعوت کو پوشیدہ طور پر قبول کر لیا

لیکن اس دوران میں حجاز اور عراق میں علوی بغاوت ناکام ہو گئی۔ نفس زکیہ اور ابراہیم دونوں مارے گئے۔ یہ خبر سندھ میں بھی پہنچی اس لئے وہاں کوئی سیاسی انقلاب برپا نہ ہو سکا۔ البتہ عمر بن حفص نے عبداللہ الاشتر کو ایک ہمسایہ راجہ کے یہاں بغرض حفاظت بھیج دیا جہاں وہ نہایت اطمینان سے زیدیہ فرقے کے عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔ خلیفہ منصور کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے عمر بن حفص کو سندھ سے بدل کر افریقہ کا گورنر بنا دیا اور ہشام بن عمر تغلبی کو سندھ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ ہشام بھی اہل بیت کا طرفدار تھا مگر اتفاقی طور پر عبداللہ الاشتر شاہی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

شیعی دعاۃ کے ساتھ ساتھ خارجی دعاۃ بھی عمان سے سندھ پہنچے۔ اُن کا بڑا مبلغ حسان بن مجالد ہمدانی تھا۔ مگر عمر بن حفص کی بیدار مغزی کی وجہ سے خارجی دعاۃ کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔

منصور کی وفات پر اس کا بیٹا مہدی سریر آرائے خلافت ہوا۔ اُس کا عہد ملاحدہ و زنادقہ کے استیصال اور متکلمین کی ہمت افزائی کے لئے مشہور ہے۔ تخت نشین ہونے کے کچھ دن بعد مہدی نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی طرح شاہانِ وقت کو تبلیغی خطوط بھیجے اور اسلام کی دعوت دی۔ بہت سے بادشاہوں نے

اسلام قبول کرلیا۔ ان میں ایک سندھ کا راجہ تھا اور دوسرا ایشاور کا۔

کچھ عرصے بعد سندھ کے عرب خاندانوں میں یمنی ونزاری تعصب نے خانہ جنگی کی شکل اختیار کرلی۔ مرکز خلافت سے جو گورنر بھی بھیجا گیا۔ ناکام ہوا۔ آخر کار ۲۵۲ھ میں متوکل باللہ نے مجبور ہو کر ایک مقامی امیر عمر بن عبدالعزیز الھباری کو سندھ کا نیم خود مختار حاکم تسلیم کرلیا۔ اس کے بعد تاریخ سندھ و ہند کا نیا دور شروع ہوا۔

علم ادب کی ترقی میں سندھیوں کا حصہ | عرب محض کشور کشا فاتحین ہی نہ تھے وہ جہاں گئے اپنا مخصوص دین، اپنی مخصوص ثقافت اور اپنے مخصوص علوم بھی ساتھ لے کر گئے۔ عربوں نے اپنی ثقافت کی نشر و اشاعت میں جو بھی کوشش کی ہو مگر اس سے زیادہ تعجب سندھ کی قوت اخذ و قبول پر ہے۔ سندھ ایک بنجر ریگستانی علاقہ تھا اور اس حیثیت سے وہاں کی ثقافتی عظمت اور باشندگان سندھ کی تہذیب و مدنیت کے لئے صلاحیت ضروری نہیں ہے مگر ملک نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ فاتحین کے ثقافتی رنگ کو قبول کرلیا اور جن لوگوں نے عربی علوم کی ترقی میں حصہ لیا اُن کی صف اول میں سندھیوں کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ وقت کا سب سے اہم علم حدیث تھا۔ دوسرا علمی مشغلہ جس میں عرب اور ان کی تقلید میں نومسلم غیر عرب اپنی ذہانت و فطانت کے جوہر دکھاتے تھے شعر و شاعری تھا۔ مگر مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے علمی ولولوں نے انھیں علوم پر قناعت نہیں کی بلکہ "الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا" کے مصداق علم و حکمت کی متاع گم گشتہ جہاں بھی مل سکی تلاش کر کے اُسے عربی زبان میں منتقل کیا اور اس طرح علوم و فنون کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کی۔

دینی علوم | اس عہد کے محدثین میں ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے۔

"ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی المدینی مولی اُم موسیٰ من اھل المدینۃ واُم موسیٰ ھی اُم المھدی	ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی المدینی اُم موسیٰ کے آزاد کردہ غلام مدینہ کے باشندے تھے اور اُم موسیٰ مہدی کی ماں کا نام ہے وہ محمد بن عمرو، نافع اور ہشام بن

یروی عن محمد بن عمرو نافع و هشام بن عروه - روی عنه العراقیون - قال ابونعیم کان ابومعشر سندیا وکان رجلاً الکن وکان یقول حدثنا محمد بن قعب یرید کعب مات سنة سبعین ومایة فی شهر رمضان وصلّی علیه الرشید[1]

عروہ سے روایت کرتے ہیں اور اُن سے اہل عراق نے روایت کی ہے - ابونعیم نے کہا ہے ابومعشر سندی تھے اور ہکلے تھے اور کہا کرتے تھے "حدثنا محمد بن قعب" (بجائے کعب) انھوں نے رمضان ۱۷۰ھ میں وفات پائی اور ہارون نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حدیث کے علاوہ ابومعشر کو فقہ اور سیر و مغازی میں بھی دستگاہ عالی حاصل تھی - ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

ابومعشر السندی المدنی الفقیه صاحب المغازی هو نجیح بن عبدالرحمن ......کان من اوعیة العلم علی نقص فی حفظه[2]

ابومعشر سندی الاصل مدینہ کے رہنے والے فقیہ اور مغازی و سیر کے عالم تھے - اُن کا نام نجیح بن عبدالرحمن ہے ...... اگرچہ حافظہ اُن کا کمزور تھا پھر بھی وہ علم و فضل کے مخزن تھے۔

ابومعشر کی تاریخ دانی کے متعلق ابن الندیم الفہرست میں لکھتا ہے

"نجیح المدنی ابومعشر...... عارف بالاحداث والسیر واحد المحدثین .... وله من الکتب کتاب المغازی"[3]

نجیح - مدینہ کے رہنے والے ابومعشر کنیت - وقائع اور سیر کے جاننے والے تھے اور محدثین میں سے تھے ... ... اُن کی کتابوں میں سے ایک کا نام کتاب المغازی ہے"

علم حدیث میں ابومعشر کے کمال کا اندازہ اُن مشاہیر محدثین کے اسمار گرامی سے ہوگا جن کے سامنے انھوں نے

---

[1] کتاب الانساب للسمعانی ورق ۳۱۴ [2] تذکرة الحفاظ للذہبی جلد اول ص ۲۱۲ [3] الفہرست لابن الندیم ص ۱۳۶

زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

"رای اسامۃ بن سهل وروی عن محمد بن کعب القرظی وموسیٰ بن یسار ونافع وابن المنکدر ومحمد بن قیس وطائفة"[1]

معاصر محدثین میں وہ جس قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اس کا اندازہ اُن کے شاگردوں کے نام سے ہوگا۔ ذہبی نے لکھا ہے:-

"حدث عنه ابنه محمد وعبدالرزاق وابونعیم ومحمد بن بکار و منصور بن ابی مزاحم وطائفة"[2]

ابوزرعہ نے انھیں "صدوق" بتایا ہے اور امام نسائی نے باوجود تضعیف کے انھیں قابل اعتماد سمجھا ہے

"قال ابوزرعہ صدوق وقال النسائی لیس بالقوی قلت قد احتج به النسائی"[3]

ابومعشر کے صاحبزادے ابوعبدالملک محمد بن ابی معشر بھی بڑے محدث تھے۔ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے۔

وابوعبدالملک محمد بن ابی معشر نجیح بن عبدالرحمن المدینی السندی سبق ذکر والدہ۔ محمد هذا اشخصه المهدی من المدینة الی بغداد فسکنها واعقب بها۔ رای ابن ابی ذیب وابابکر الهذلی وسمع من ابیه کتاب المغازی وغیرہ۔ روی عنه ابناہ داؤد والحسن وابوحاتم محمد بن ادریس الرازی محله الصدق

ابوعبدالملک محمد بن ابی معشر نجیح بن عبدالرحمن مدنی و سندی۔ اُن کے والد کا ذکر گزر چکا ہے۔ ان محمد (بن ابی معشر) کو خلیفہ مہدی نے مدینہ منورہ سے بغداد بھیج دیا جہاں وہ جاکر آباد ہوگئے اور اُن کی اولاد بھی وہاں باقی رہی۔ انھوں نے ابن ابی ذیب اور ابابکر ہذلی کو دیکھا تھا اور اپنے باپ سے کتاب المغازی اور دوسری کتابوں کو سنا تھا۔ اُن سے ان کے بیٹوں داؤد اور حسن نے نیز ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی نے روایت کیا ہے۔ اُن کی صدق بیانی مسلم ہے ...... ننانوے سال کی

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۲۱۲ [2] ایضاً ص۲۱۲ [3] ایضاً ص۲۱۲

......مات فی سنة ۲۴۴ وھو ابن تسع وتسعین سنة[1]

عمر میں ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔

امام اوزاعی بھی سندی الاصل تھے چنانچہ حافظ شمس الدین الذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے:

"واصله من سبی السند"[2] امام اوزاعی کا علم وفضل بیان سے مستغنی ہے۔ سندھ کے اس جلیل القدر فرزند کے بارے میں ذہبی نے نقادانِ فن کی یہ رائیں نقل کی ہیں:۔

"قال اسمٰعیل بن عیاش سمعتهم یقولون سنة اربعین ومائة الاوزاعی الیوم عالم الامة وقال الخریبی کان الاوزاعی افضل اهل زمانه"[3]

اسمٰعیل بن عیاش نے کہا کہ میں نے لوگوں کو ۱۴۰ھ میں کہتے ہوئے سُنا کہ آج امت کا عالم اوزاعی ہے۔ خریبی نے کہا ہے کہ اوزاعی اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔

شعر وشاعری اسی طرح شعر وشاعری میں بھی فرزندانِ سندھ نے عربی زبان کے شعراء مفلقین کے درمیان ایک بلند مقام حاصل کیا۔ ان میں گل سرسبد ابو عطاء السندی ہے جسے ابو تمام کی جوہر شناس نگاہوں نے بے شمار شعراءِ عربیت میں سے منتخب کر کے حماسہ کی تدوین میں درخورِ اعتنا سمجھا۔ سمعانی نے لکھا ہے:۔

"ابو عطاء السندی شاعر معروف ذکر شعره ابو تمام فی الحماسة"[4]

ابو عطاء السندی مشہور شاعر ہے۔ ابو تمام نے حماسہ میں اُس کے اشعار بیان کیے ہیں۔

اس سندی الاصل شاعر کے متعلق ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے:۔

"ابو عطاء اسمه افلح بن یسار مولی بنی اسد ثم مولی عنترة بن سماک بن حصین الاسدی منشاه الکوفة وهو من مخضرمی الدولتین مدح بنی امیة وبنی هاشم وکان

ابو عطاء کا نام افلح بن یسار تھا وہ پہلے بنی اسد کا پھر عنترہ بن سماک بن حصین الاسدی کا مولی تھا۔ اس کا مولد ومسکن کوفہ ہے اس نے دونوں دولتوں (بنو امیہ اور بنو عباس) کا زمانہ دیکھا تھا۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی مدح میں قصیدے لکھے۔ اُس کا باپ یسار سندی تھا

---

[1] کتاب الانساب ورق ۴۱۳ [2] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۶۱ [3] ایضاً ص ۱۶۱ [4] کتاب الانساب ورق ۳۱۳

ابوہ یسار سندیاً اعجمیاً لا یفصح وکان فی لسان ابی عطاء لکنۃ شدیدہ و لثغۃ[1]

(جو صحیح عربی نہیں بول سکتا تھا ابو عطار کی زبان میں بہت زیادہ لکنت اور لثغہ تھا۔ ز ہکلاتا تھا حرفوں کا صحیح تلفظ ادا نہ کر سکتا تھا۔ رکو نہیں نکال سکتا تھا)

ابو الفرج اصفہانی آگے چل کر لکھتا ہے :-

"کان ابو عطاء من شعراء بنی اُمیہ ومداحھم والمنقطعی الھوی الیھم وادرک دولۃ بنی العباس فلم تکن لہ فیھا نباھۃ فھجاھم وفی اخر ایام المنصور مات۔ وکان مع ذلک من احسن الناس بدیھۃ واشدھم عارضۃ وتقدماً وشھد ابوعطاء حرب بنی اُمیہ و بنی العباس"[2]

ابو عطار بنو اُمیہ کے شعراء مدح گستروں اور طرفداروں میں سے تھا۔ اُس نے عباسی خلافت کا زمانہ بھی پایا تھا لیکن وہاں اُس کی قدر افزائی نہیں ہوئی تو اُس نے ان کی ہجو کی اُس نے منصور عباسی کے آخر عہد خلافت میں وفات پائی۔ معہذا وہ بڑا تیز اور عمدہ بدیہہ گو تھا۔ ابو عطار بنو اُمیہ اور بنو عباس کی جنگ میں بھی شریک ہوا تھا۔

خالص عربی النسل شاعروں سے اُس کا مقابلہ تھا مگر ابو عطار کو غیر معمولی کامیابی ہوئی اُس کے ممدوحین میں ابن ہبیرہ جیسے اُمراء کبار تھے جنہوں نے دل کھول کر اُس کی قدر دانی کی اور بڑی فراخ دلی سے صلات و جوائز کے ساتھ اُسے نوازا۔ اس شاعرانہ کمال کی بدولت وہ اہل ثروت میں محسوب ہونے لگا یہاں تک کہ آزاد کنندگان اُس کی ملکیت کا دعویٰ کرنے لگے اور اُس نے چار ہزار درہم دے کر اُن سے اپنا پنڈ چھڑایا۔ ابو الفرج اصفہانی کہتا ہے :-

"کثر مال ابی عطاء السندی بعد ان اُعتق فاعلقۃ موالیہ وطمعوا فیہ وادعوا رقۃ فشکا

آزادی حاصل کرنے کے بعد ابو عطار السندی کی دولت بہت بڑھ گئی۔ تو اُس کے آزاد کنندگان نے اُسے پریشان کرنا شروع کیا وہ اس کی دولت میں طمع رکھتے تھے

[1] کتاب الاغانی لابی الفرج الاصفہانی جلد شانزدہم ص۸۱۔ ابن قتیبہ نے اُس کا نام مرزوق بتایا ہے دیکھئے الشعر والشعراء ص۴۷۹
[2] اغانی جلد شانزدہم ص۷۹

ذلک الی اخوانہ فقالوا له کاتبهم
فکاتبوه علی اربعۃ آلاف ......
فادی فی مکاتبتہ وعتق[1]

لہٰذا انھوں نے اُس کی غلامی کا دعویٰ کیا۔ اس کی اُس نے اپنے بھائی بندوں سے شکایت کی تو انھوں نے اُن سے مکاتبت کا مشورہ دیا۔ اس پر اس سے انھوں نے چار ہزار پر مکاتبت کرلی۔ اُس نے یہ رقم ادا کردی اور آزاد ہوگیا۔

لیکن اس مدح گستری کے پیشہ کے باوجود ابوعطار کا کردار بلند تھا۔ اُس نے ممدوحین کی مدح وستائش خلوص کے ساتھ کی اور اُن کی بردباری کے بعد بھی اُن کی محبت اُس کے دل میں جاگزیں رہی۔ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے ؎

الیس اللہ ان یعلم ان قلبی — یحب بنی امیۃ ما استطاعا
وما بی ان یکون اهل عدل — ولکنی رأیت الامر ضاعا[2]

برامکہ کے زوال کے بعد کسی نے اُس کے مدح گستروں سے پوچھا کہ جو زورِ کلام تمھاری مدح میں ہوتا تھا وہ مرثیوں میں نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ مدح اُس کی بخشش لکھواتی تھی اور مرثیہ صرف وضعداری۔ لیکن ابوعطار کے مراثی اس رسمی وضع داری سے بلند ہیں۔ وہ تو عباسیوں کے عدل و انصاف پر بھی امویوں کے جور و ستم کو ترجیح دیتا تھا ؎

فلیت جور بنی مروان عادلنا — ولیت عدل بنی العباس فی النار[3]

اپنے ممدوح ابن ہبیرہ کے قتل کے بعد جب کہ اُس کے جود و کرم کی کوئی اُمید نہیں رہی تھی جس طرح اُس نے اُس کا مرثیہ لکھا ہے اُس سے اُس کے خلوص کا اندازہ ہوتا ہے ؎

الا ان عیناً لم تجد یوم واسط — علیک بجاری دمعها لجمود
عشیۃ قام النائحات وشققت — جیوب بایدی ماتم وخدود
فان تمس مهجور الفناء وربما — اقام به بعد الوفود وفود

---

[1] اغانی جلد شانزدہم ص۸۲ [2] ایضاً ص۸۳ [3] ایضاً ص۸۳

فانک لم تبعد علی متعهد بلی کل من تحت التراب بعید[1]

باوجود سندی الاصل ہونے کے ابو عطار نے عربی زبان پر یہ قدرت بہم پہنچائی تھی کہ اُس کا کلام شعرائے عرب کے کلام سے ٹکر کھاتا تھا۔ ابو الفرج نے مدائنی سے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن الاشتر نے ابو عطا کے پاس یہ دو شعر بھیجے تھے اور درخواست کی تھی کہ اسی قافیہ اور اسی حرف روی کے ساتھ اس پر اور شعر کہہ دے ؂

وبلدۃ یزدھی الجنان طارقھا قطعتھا بکناز اللحم معتاطہ

وھنا وقد حلق النسران اوکربا وکانت الدلو بالجوزاء منتاطہ۔

ابو عطار نے یہ دو شعر لکھ کر بھیجے۔ اصل سے موازنہ کیجئے، عربی و عجمی کا امتیاز ناممکن ہے ؂

فانجاب عنھا قمیص اللیل فابتکرت تسیر کالفحل تحت الکور لطاطہ

فی اینق کلما حث الحداۃ لھا بد تمناسمھا ھوجا حطاطہ[2]

عربوں نے سندھ کو ۹۵ھ میں فتح کیا ابو عطار کی شاعری کا دور بنی اُمیہ کے زوال (۱۳۲ھ) سے قبل زمانہ سے متعلق ہے یعنی تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ سال کی قلیل مدت میں سندھ کی اخاذ طبیعت نے عرب کے رنگ کو اس خوبصورتی سے قبول کر لیا کہ اُس کے شاعر عرب کے شاعروں میں اور اُس کے علماء وہاں کے علماء میں مل گئے۔ ابھی سندھی باکمالوں کا لہجہ بھی درست نہ ہونے پایا تھا کہ وہ صف اول کے شعراء میں محسوب ہونے لگے۔ یاقوت معجم البلدان میں ابو نعیم سے ابو معشر کے اس عجیب لہجہ کے متعلق روایت کرتا ہے

"قال ابو نعیم کان ابو معشر سندیا ولکن الکن وکان یقول حد ثنا محمد بن قعب یرید کعب"[3]

ابو نعیم نے کہا ہے کہ ابو معشر سندی تھا لیکن ہکلا تھا اور کہا کرتا تھا "حد ثنا محمد بن قعب" (بجائے کعب کے)

اسی طرح ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء میں لکھا ہے کہ ابو عطار جرادہ کو "زرادہ"، زج کو "زز" اور شیطان کو "سیتان" کہتا تھا[4]

---

[1] حماسہ باب المراثی صہ [2] اغانی جلد شانزدہم صہ [3] معجم البلدان جلد خامس صہ ۱۵۱ [4] کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ صہ ۱۲۹

اس کے باوجود اس کے اشعار اگر عرب شعراء کے اشعار کے دوش بدوش رکھ دیے جائیں تو امتیاز دشوار ہو جائے - ذیل کے اشعار میں "رنگ حماسیت" کس درجہ نمایاں ہے جو عرب شاعری کا امتیازی شعار ہے "موت سے بے پروائی اور معصوم محبت کا "حسن امتزاج" عرب کا حماسی شاعر ہی پیش کرسکتا تھا

ذکرتک والخطی یخطر بیننا | وقد نہلت منا المثقفۃ السمر
فواللہ ما ادری وانی لصادق | اداء عرانی من حبابک ام سحر
فان کان سحرا فاعذرینی علی الھوی | وان کان داء غیرہ فلک العذر[1]

علوم دخیلہ | اسلامی علوم کی تیسری شاخ "علوم دخیلہ" پر مشتمل ہے جن سے مراد دیگر اقوام کے علوم ہیں جنہیں عربوں نے اپنی زبان میں منتقل کر کے ترقی دی جیسے منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیئت، نجوم اور طب وغیرہ - اموی عہد میں اس جانب کوئی توجہ نہیں دی گئی - امویوں کے بانوے سالہ عہد حکومت میں صرف خالد بن یزید کا نام ملتا ہے جس نے کیمیا کی کتابوں کا خصوصیت سے عربی میں ترجمہ کرایا - ابن الندیم خالد بن یزید کے بارے میں لکھتا ہے

"وھو اول من ترجم لہ کتب الطب والنجوم وکتب الکیمیاء"[2] | وہ پہلا شخص ہے جس کے واسطے طب، نجوم اور کیمیا کی کتابوں کے ترجمے کیے گئے

لیکن عباسیوں نے تختِ خلافت پر متمکن ہو کر علم و حکمت کی سرپرستی کو اپنا مشغلہ بنایا اور اُن کی ہمت افزائی سے دیگر اقوام و ملل کی کتابیں عربی زبان میں منتقل ہونا شروع ہوئیں - یہ سلسلہ دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور (۱۳۶ - ۱۵۸) کے عہد سے شروع ہوتا ہے - اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے مگر جن لوگوں نے اس علمی تحریک میں خدمات شائستہ انجام دی ہیں اُن میں فرزندانِ سندھ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے - اُن کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان کے قدیم علوم مسلمانوں تک پہنچے -

---

[1] حماسہ باب الحماسہ صلا [2] الفہرست لابن الندیم ص۴۹۷

۱۵۶ھ میں ہندوستانی پنڈتوں کا ایک وفد بغداد پہنچا اور منصور کی خدمت میں باریاب ہوا۔ یہ وفد جو علمی تحفے دربارِ خلافت میں پیش کرنے کے لئے لے گیا تھا اُن میں "سوریہ سدھانت" کا ایک نسخہ بھی تھا جس کا عربی ترجمہ السندھند کے نام سے مدتوں عرب ہیئت دانوں میں مستعمل رہا ابن القفطی مشہور ہیئت داں ابن الکدمی سے نقل کرتا ہے

"وقد ذکر الحسین بن محمد بن حمید المعروف بابن الکدمی فی زیجه الکبیر المعروف بنظم العقد انه قدم علی الخلیفة المنصور فی سنة ست وخمسین ومائة رجل من الهند قیم بالحساب المعروف بالسندھند فی حرکات النجوم .... فامر المنصور بترجمة ذلک الکتاب الی العربیة ..... فتولی ذلک محمد بن ابراهیم الفزاری وعمل منه کتابا یسمیه المنجمون السندھند الکبیر ..... وکان اهل ذلک الزمن اکثر من یعملون به الی ایام الخلیفة المامون فاختصره له ابو جعفر محمد بن موسی الخوارزمی وعمل منه

حسین بن محمد بن حمید معروف بابن الکدمی نے اپنی بڑی زیج میں جو نظم العقد کے نام سے مشہور ہے ذکر کیا ہے کہ ۱۵۶ھ میں خلیفہ منصور کے دربار میں ہندوستان کا ایک شخص آیا جو حرکات نجوم کے ضبط کے بارے میں سدھانت کے علم سے واقف تھا۔۔ .... منصور نے اس کتاب (سوریہ سدھانت) کے عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا ..... محمد بن ابراہیم الفزاری اس پر مامور ہوا اور اس نے وہ کتاب تیار کی جسے ہندوستانی ہیئت داں بڑا سدھانت کہتے ہیں .... اس زمانہ کے لوگ خلیفہ مامون کے وقت تک اکثر اسی (سدھانت) پر عمل کرتے رہے (مامون کے عہد میں) ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے سدھانت کو مختصر کیا اور اس سے اپنی مشہور زیج کو تیار کیا جسے اس زمانہ کے لوگوں نے بہت پسند کیا۔۔ ..... یہ کتاب ہمارے زمانہ (ساتویں صدی تک) علمائے ہیئت میں مقبول ہے۔

زیجہ المشہور فاستحسنہ اہل ذلک
الزمان ...... وما زال نافعاً عند
اہل العنایۃ بالتعدیل الی زماننا ھذا۔[1]

منصور کے بعد مہدی اور مہدی کے بعد ہادی سریر آرائے خلافت ہوا مگر اس نے سال بھر بعد ہی وفات پائی۔ ہادی کے بعد ہارون تخت خلافت پر بیٹھا اُس کا عہد حکومت برامکہ کی علمی سرپرستیوں کے لئے مشہور ہے۔ یہ ایک علم دوست خاندان تھا اور چوں کہ اصلاً ہندی نژاد تھا اس لئے اُسے ہندوستانی علوم کے ساتھ والہانہ محبت تھی یحییٰ بن خالد البرمکی نے ایک شخص کو ہندوستان بھیجا تاکہ وہاں کی جڑی بوٹیوں کے متعلق تحقیقات کرے اور ہندوستان کے ادیان و مذاہب کے متعلق اطلاع فراہم کرے۔ ابن ندیم کہتا ہے:-

"ان یحییٰ بن خالد البرمکی بعث برجل الی الھند لیاتیہ بعقاقیر موجودۃ فی بلادھم وان یکتب لہ ادیانھم۔"[2]

ابن الندیم آگے چل کر یحییٰ کی علمی سرپرستی اور ہندوستانی علوم سے شغف کے بارے میں لکھتا ہے

"الذی عنی بامر الھند فی دولۃ العرب یحیٰی بن خالد وجماعۃ البرامکۃ واھتمامھا بامر الھند واحضارھا علماء طبھا وحکمائھا۔"[3]

عربوں کے زمانہ حکومت میں جس شخص نے ہندوستان کے حالات معلوم کرنے کے ساتھ اعتنا کیا وہ یحییٰ بن خالد برمکی خاندان کے دوسرے افراد نے بھی اس کے ساتھ اعتناء برتی۔ انھوں نے ہندوستان کے طبیبوں اور حکیموں کو بلایا۔

ہندوستان کے جن اطباء کو یحییٰ بن خالد نے بلایا اُن میں دو شخصوں کے نام بہت زیادہ مشہور ہیں منکہ ہندی اور صالح بن بہلہ۔ ان دو طبیبوں نے معرکے کے علاج کرکے ہندوستانی طب کا سکہ جما دیا منکہ نے ہارون الرشید کا[4] اور صالح بن بہلہ نے ابراہیم بن صالح کا علاج کیا جو ہارون الرشید کا چچا زاد بھائی تھا۔ ابراہیم بن صالح تو بظاہر مرچکا تھا۔ اُسے کفن بھی پہنا دیا گیا تھا مگر صالح نے اُس کے اس خطرناک سکتہ کا علاج

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص۱۷۸-۱۷۹ [2] الفہرست لابن الندیم ص۴۸۴ [3] ایضاً ص۴۲۱ [4] طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ جلد دوم ص۳۳

کیا۔[۱] دربار خلافت میں جندی سابور کے منظور شدہ اطبا چھائے ہوئے تھے مگر خود جندی سابور کے طبی مدرسہ میں ساسانیوں کے عہد میں ہندوستانی طب داخل ہو چکی تھی چنانچہ بعد کے لوگوں میں ابوبکر محمد بن زکریا الرازی نے کتاب الحاوی میں ہندوستانی ویدک کی کتابوں سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ غرض ویدک کی متعدد کتابوں کا اس زمانے میں عربی کے اندر ترجمہ ہوا مثلاً کتاب سسرد، کتاب چرک، کتاب سندستاق، کتاب اسماء عقاقیر الہند، کتاب مختصر للہندی فی العقاقیر، کتاب علاجات الحبالی للہند، کتاب توقشتل، کتاب روساء الہندیہ، کتاب السکر للہند، کتاب رای الہندی فی اجناس الحیات وسمومہا، کتاب التوہم فی الامراض والعلل لتوقشتل الہندی[۲]

سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کرنے والے مترجمین میں ابن الندیم نے دو شخصوں کا خصوصیت سے نام لیا ہے۔ منکہ ہندی اور ابن دھن جس کے انتظام میں برامکہ کا شفاخانہ تھا۔[۳]

۱؎ اخبار العلماء باخبار الحکماء ص۱۲۷ و طبقات الاطباء جلد دوم ص۳۵ ۲؎ الفہرست لابن الندیم ص۴۲۲ ۳؎ ایضاً ص۳۴۲

(باقی آئندہ)

"بلند فکر رفقاء توجہ فرمائیں"

جامعہ محمدی (ضلع جھنگ) کی مجوزہ وسیع تعلیمی سکیم کے لئے ایسے اولوالعزم اہل علم رفقاء کا دلی تعاون درکار ہے جو عربی علوم کے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ہی عام علوم میں بھی گریجویٹ (بی۔اے، ایم۔اے) ہوں اور خاص حصول رضاء الٰہی کی خاطر خدمت اسلام کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہوئے جامعہ محمدی سے مستقل ہمدردانہ رفاقت اختیار کر سکیں۔

ضروریات کے لئے قابل قبول وظیفہ (مشاہرہ) اور متعلقہ کوائف سے بلا تکلف مطلع فرما کر ممنون فرمائیں (وھو الموفق بالصواب)

ناظم عمومی

جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

مغربی پاکستان